ترجمہ عبدالحی ابڑو

اسرائیل کا مقاطعہ، عالم اسلام کا اولین فرض

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کا فتوے

اسلام نے ہر مسلمان کے لیے اس بات کو لازم قرار دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مغصوبہ علاقوں کی واپسی کے لیے اپنی جان و مال سے جہاد کرے۔ اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ دارالاسلام کی ایک اینچ زمین کا بھی کسی کافر و ظالم کے قبضے میں رہنا گوارا کر لیا جائے۔ اس بات پر تمام مکاتب فکر اور فقہائے امت کا اجماع ہے۔ یہ حکم اگر دارالاسلام کے ہر حصے کے بارے میں ہے چاہے وہ عرب و عجم میں کسی بھی جگہ واقع ہو تو اسراء و معراج کی سرزمین، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے براق کی انتظار گاہ قبلہ اوّل اور تیسری بابرکت اور عظیم مسجد، مسجد اقصیٰ کے مستقر کے بارے میں تو اور زیادہ شدت کے ساتھ لاگو ہو گا۔

یہ بات اللہ کی راہ میں کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی آزادی و فریاد رسی کے لیے مسلمانوں پر جہاد کو فرض ٹھہراتی ہے۔ اور اگر بالفرض وہ اپنے وطن کے دفاع اور غصب شدہ علاقوں کی واپسی کے لیے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کے اپنے فریضہ میں کوتاہی برتیں یا کسی وجہ سے وہ جہاد کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو کم از کم دینی تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کا معاشی، معاشرتی اور ثقافتی بائیکاٹ تو ضرور کریں۔ اس کی درج ذیل وجوہ ہیں۔

۱۔ اب جہاد اور اسلحہ کی یہی وہ ممکنہ صورت ہے جو انہیں میسر ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اور جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو" (الانفال : ۶۰)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی طاقت کے مطابق تیاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے ہمیں ایسی چیز کا مکلف نہیں بنایا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ اگر استطاعت نہ ہونے کی بنا پر جہاد کی ایک قسم ہم سے ساقط ہو جائے تو جو قسم ہمارے مقدور میں ہو وہ ساقط نہ ہو گی۔ حدیث رسول ہے کہ۔

"جب تمہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے تو اپنی طاقت کے مطابق اسے انجام دو" (بخاری، مسلم)

۲۔ دشمنان دین وملت کے ساتھ لین دین اوران کے ملک میں آمدورفت رکھنے سے انہیں تقویت حاصل ہوگی، ان کی معیشت مستحکم ہوگی، اوراس طرح مختلف مادی اور معنوی فوائد حاصل کرکے وہ ہم پر اپنی جارحیت جاری رکھیں گے۔ یہ ایک طرح سے ان کے ساتھ تعاون ہوا جو یقیناً ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ گناہ کے کاموں میں تعاون شمار ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

۳۔ قابض دشمنوں کے ساتھ ربط وضبط رکھنے، انہیں اپنے ملکوں میں بلانے اور خود ان کے ملک میں آمدورفت رکھنے سے وہ نفسیاتی رکاوٹ منہدم ہوجائے گی جو ان کے اور ہمارے درمیان حائل ہے، وقت گزرنے کے ساتھ وہ خلیج خود بخود پُر ہوجائے گی جو ان کی جارحیت اور ناجائز قبضے کی وجہ سے ان کے اور ہمارے درمیان پیدا ہوگئی ہے اور جس کی وجہ سے ان کے خلاف امت میں جہاد کا جذبہ بھڑک رہا ہے اور جو امت مسلمہ کو اللہ کے اس حکم کی پیروی میں اپنے اور اللہ کے دشمنوں سے محبت ودوستی کا تعلق قائم کرنے سے روکے ہوئے ہیں کہ:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔" (الممتحنہ: ۱)

اسے آج کل کی زبان میں "تعلقات بحال کرنے یا معمول پر لانے" اور باہم شیروشکر ہوجانے کا نام دیا جاتا ہے، اس طرح سے کہ گویا انہوں نے کسی جارحیت یا غاصبانہ قبضے کے جرم کا سرے سے ارتکاب کیا ہی نہیں! پھر معاشی تعلقات استوار کرنے پر ہی اکتفا نہیں، بلکہ معاشرتی اور ثقافتی تعلقات قائم کرنے پر بھی زور دیا جارہا ہے جو زیادہ خطرے کی بات ہے۔

۴۔ ہمارا اور ان کا باہم آزادانہ میل جول، مسلم معاشرے کے لیے سنگین مضرات کا حامل ہے اس سے ہمارے معاشرے میں اخلاقی بگاڑ اور اخلاقی بے راہ روی کے دروازے چوپٹ کھل جائیں گے۔ یہود کی تربیت اور اٹھان ہی اباحیت اور فحاشی پر ہوئی ہوتی ہے اور وہ اس کے نت نئے اطوار اور انداز اپنانے اور انہیں ہر جگہ پھیلانے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ اس کے اثرات ہمارے ہاں بھی ایڈز اور اس طرح کی دوسری مہلک بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ اس کے لیے وہ بڑی چالاکی اور عیاری کے ساتھ باقاعدہ منصوبہ بندی کررہے ہیں جب کہ مسلمان خواب خرگوش میں محو ہیں ـــــ چنانچہ اس نظر آنے والے اخلاقی بگاڑ کے اسباب وعوامل کے آگے بند باندھنا شرعی فریضہ اور عملی ضرورت ہے۔

ان اسباب کی بنا پر ہماری رائے ہے کہ غیر فلسطینیوں کے لیے سیروسیاحت یا کسی اور مقصد سے صہیونی دشمن کے ملک میں جانا شرعی طور پر حرام ہے، چاہے اس کا مقصد (بقول ان کے) "دینی سیروسیاحت" یا مسجد اقصیٰ کی زیارت ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی مسلمان پر مملکت یہود کی

زنجیروں میں جکڑے ہوئے اور یہود کے سنگینوں کے زیر سایہ اس مسجد کی زیارت کو فرض واجب نہیں ٹھہرایا، بلکہ اس نے جو بات مسلمانوں پر فرض کی ہے وہ یہ ہے کہ یہود کے غاصبانہ قبضے سے اُسے چھڑایا جائے اور اسے دوبارہ بلاد اسلامیہ میں شامل کیا جائے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ اسے یہود کے ہاتھوں آئے دن کھدائی کرکے اس کی بنیادوں کو کمزور کرنے اور گرانے کے منصوبے کا سامنا ہو۔ جیسا کہ ان کے عزائم ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ وہ اپنا نام نہاد ہیکل تعمیر کریں۔

"وہ اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی چال چل رہا ہے اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے" (الانفال - ۳۰)

ہم سب مسجد اقصیٰ میں عبادت کے لیے تڑپ رہے ہیں اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے رخت سفر باندھنے کے مشتاق ہیں۔ اس لیے کہ ہمیں معلوم ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کا اجر و ثواب دیگر عام مساجد کے مقابلے میں پانچ سو گنا زیادہ ہے۔ مگر ہم اپنی اس تڑپ کا انگارہ اس وقت تک سلگتا رکھیں گے جب تک کہ ان شاء اللہ اقصیٰ کی آزادی کے بعد اس میں نماز ادا نہ کرلیں اور اسے اس کے حقیقی وارثوں یعنی امت مسلمہ کو واپس نہ دلا دیں۔

جو مسلمان مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرکے اپنا اجر و ثواب بڑھانے کے متمنی ہیں ہم انہیں مشورہ دیں گے کہ اس کی بجائے فی الحال وہ مسجد نبوی ؐ کا سفر اختیار کرکے اپنے اس شوق کو پورا کرنے کا سامان کریں۔ اس لیے کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کا ثواب دیگر عام مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار گنا زیادہ ہے، یعنی مسجد اقصیٰ کے مقابلے میں مسجد نبوی کی نماز کا ثواب دوگنا ہے۔ بلکہ انہیں چاہیئے کہ وہ مسجد الحرام مکہ مکرمہ کا رُخ کریں جسے دیگر تمام مساجد پر کلی فوقیت و فضیلت حاصل ہے اور یہی وہ پہلا گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا، اور جس میں نماز پڑھنے کا ثواب باقی عام مساجد کے مقابلے میں ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں ایک نماز کا اجر و ثواب مسجد اقصیٰ میں ادا کی گئی دو سو نمازوں کے برابر ہے۔ چنانچہ جنہیں آج مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کا شوق ہے وہ فی الحال اپنا شوق مسجد نبوی یا مسجد الحرام میں نماز ادا کرکے پورا کریں۔ تاآنکہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اپنے حق کو ثابت کرنے اور امانت کو اس کے اصل حقداروں کو لوٹا دینے کی توفیق دے۔

"اور وہ دن ہوگا جب کہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مومن خوشیاں منائیں گے" (الروم)

دہی یہ بات، کہ امن سمجھوتہ کی بنا پر ہمارے اور صیہونیت کے حواریوں کے مابین کشمکش کی جگہ امن نے

سے لی ہے، تو یہ ایک بالکل بے بنیاد دعویٰ ہے۔ (اس نام نہاد سمجھوتے کی رو سے) ہمیں بیت المقدس واپس نہیں ملا، بلکہ صہیونیت کے علمبرداروں کی طرف سے مسلسل یہ بیانات دیئے جا رہے ہیں کہ بیت المقدس ان کی حکومت کا دائمی دارالحکومت ہے۔ وہ اس شہر میں مسلسل نئی نئی بستیاں تعمیر کرکے اس کا نقشہ تبدیل کر رہے ہیں۔ خود مسجد اقصیٰ ان کے رحم و کرم بلکہ ان کی پہرہ دستیوں کی بھینٹ چڑھی ہوئی ہے فلسطینی پناہ گزین روئے زمین پر بکھرے ہوئے ہیں اور نام نہاد سمجھوتہ طوفانی ہواؤں کی زد میں ہے وغیرہ وغیرہ یہ بھی اسی صورت میں کہ جب ہم غاصبوں، قابضوں کے ساتھ امن سمجھوتے کے اصول کو تسلیم کر لیں، مگر سرے سے ایسا امن سمجھوتہ ہی شرعی طور پر ناجائز ہے (جیسا کہ اس سے پہلے ایک موقع پر ہم اپنے فتویٰ میں واضح کر چکے ہیں)

امت مسلمہ پر یہ بات میں ایسے نازک موقع پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہر طرف سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اپنے بنیادی مسائل کے بارے میں امت کو بے حس بنا دیا جائے اور ایسے خیالات و نظریات کے نشہ آور ٹیکے لگائے جائیں کہ جن سے وہ بالکل مردہ ہو جائے اور حرکت کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ بلکہ اس کے ہاں صحیح و غلط کی تمیز ہی مٹ جائے۔ زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ دین کے ہمہ گیر اور وسیع علم و فہم اور خدا خوفی سے محروم بعض دینی علم کے دعویداروں کو میدان میں لا کر ان سے ایسے فتوے دلائے جا رہے ہیں جو امت مسلمہ کے اپنے قاتلوں اور غاصب قابضوں کے ساتھ صلح مصالحت کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ ان سطحی علم رکھنے والے یا عیار لوگوں کی نظر جزوی، فروعی، غیر قطعی، وقتی اور محدود مصالح و مفادات پر ہے۔ جبکہ امت کے اصولی، قطعی، دائمی اور کلی مصالح و مفادات ان کی کوتاہ نظروں سے اوجھل ہیں۔

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۴۸)
میری علمی اور مطالعاتی زندگی
ترتیب
مولانا عبدالقیوم حقانی
رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے سوالنامہ کے جواب میں
مشاہیر علماء، ممتاز اسکالرز، دانشوروں اور قومی و ملی زعماء کے
علمی و مطالعاتی تاثرات اور مشاہدات پر مبنی وقیع مضامین کا مجموعہ
مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، سرحد (پاکستان)